سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۸۹

پس منظر کربلا

از قلم

سرکار علامہ الحاج سید سبط الحسن فاضل ہنسوی صاحب قبلہ مدظلہ

علی گڑھ (انڈیا)

قیمت ۶ ر

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کا ایک اور گرانقدر تحقیقی کتابچہ "پس منظر کربلا" آپ کے پیش نظر ہے۔

فاضل مصنف سرکار علامہ سید سبط الحسن فاضل ہنسوی صاحب قبلہ کی ذاتِ گرامی شیعی دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف اور ملتِ جعفریہ کے ذمہ دار اہلِ قلم ہیں۔ کارکنان امامیہ مشن پاکستان مولانا ممدوح کے سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے از راہِ لطف و کرم اپنا زیر نظر مقالہ بغرض اشاعت مرحمت فرمایا ہے۔ امید کہ آپ آئندہ بھی اپنی قلمی معاونت سے ہمیں ممنون فرماتے رہیں گے۔

اس کتابچہ میں آپ نے مشہور مصری محقق علامہ علائلی حنفی کی زبانی "قتل الحسین یوم سقیفہ" کی فاضلانہ توضیح فرمائی ہے۔ اختصار کے باوجود نہایت وقیع پیشکش ہے افرادِ ملت کی خدمت میں استدعا ہے کہ اس مفید کتابچہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر کے اپنے حلقۂ اثر میں مفت تقسیم کریں اور ہر پڑھے لکھے شیعہ کو مشن کا ممبر بنانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ تاکہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے پاکیزہ دین کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو سکے اس رسالہ کو غیر شیعہ حضرات ملاحظہ نہ فرمائیں ممکن ہے بعض باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہوں۔

جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

جنرل سیکرٹری
امامیہ مشن پاکستان لاہور ۲

(تعلیمی پریس لاہور)

پسِ منظرِ کربلا

علامہ علائلی حنفی مصری کی زبانی

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرزند حسینؑ کی شہادت کی پیشین گوئی مختلف موقعوں پر فرمائی ہے۔ یہ پیشین گوئیاں صرف اہلبیتؑ ہی کو مطلع کرنے کے لیے نہیں کی گئیں بلکہ آنحضرتؐ نے عام مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لیے اصحاب و انصار کے مجمع میں بھی حسینؑ کی ہونے والی شہادت کا بار بار اعلان فرمایا ہے۔ اس قسم کی احادیث پیغمبرؐ جو اخبار شہادت پر مشتمل ہیں۔ ان کو شہرت و تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں

ما اخبار النبی صلعم بھذہ الواقعۃ الھائلۃ من جہۃ الوحی بواسطۃ جبرئیل وغیرہ من الملائکۃ مشھور متواتر۔

شہادت امام حسینؑ کے متعلق ایسے اخبار و احادیث پیغمبرؐ جو یہ دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو جبرئیل یا کسی دوسرے فرشتے کے ذریعے بطور اعلام پیشین گوئی کے مطلع کیا گیا ہے۔ بہت مشہور و حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔

قبل وقوع واقعہ امام حسینؑ کی شہادت کی شہرت اس قدر کیوں تھی؟ اس کے متعلق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

لما كان مبني امره على الشهرة والاعلان انزله اولا في الوحي على لسان جبرئيل وغيره من الملائكة ثم تعيين المكان وتسمية وتعيين الزمان۔
(سر الشهادتين شاہ عبد العزیزؒ)

چونکہ امام حسینؑ کی شہادت اعلان و شہرت کے اوپر مبنی تھی - اس لیے خداوند عالم نے سب سے پہلے جبرئیلؑ اور دوسرے ملائک مقرب کے ذریعہ رسول اللہؐ کو بذریعہ وحی مطلع کیا - یہاں تک کہ مقامِ شہادت و زمانۂ شہادت کو بھی بتلا دیا - اور پھر رسول اللہؐ نے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا"

اس سلسلہ میں بکثرت اخبار و احادیث کتب معتبرہ فریقین میں موجود ہیں۔ میں صرف ایک حدیث کو نقل کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے - کہ شہادت امام حسینؑ کی پیشین گوئی کو سننے کے بعد عموماً مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی تھی - واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ختمی مرتبت سفر میں تشریف لے گئے تھے جب سفر سے واپس تشریف لائے تو معمول کے مطابق سب سے پہلے اپنے پارۂ جگر فاطمہؑ کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے - مہاجرین و انصار اور جملہ اہلِ مدینہ زیارتِ پیغمبرؐ کے لیے مسجد میں مجتمع ہو گئے تھے حالت یہ تھی کہ مجمع کی مشتاق نگاہیں شوقِ دید میں جناب سیدہؑ کے درِ دولت کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دفعتہً رسول اللہؐ اپنے پیارے نواسوں حسنؑ و حسینؑ کو گود میں لیے ہوئے برآمد ہوئے۔

فصعد المنبر فخطب ووعظ

اور منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ و خطبہ

والحسین بین یدیہ مع الحسن فلما فرغ من خطبتہ وضع یدہ الیمنیٰ علی راس الحسین ورفع راسہ الی السماء قال اللّھم انی محمد عبدک و نبیک وھذان اطائب عترتی وخیار ذریتی والرومتی ومن اخلفھما فی امتی اللّھم وقد اخبرنی جبرئیل بان ولدی ھذا مقتول مخذول اللّھم فبارک لی فی قتلہ واجعلہ سادات الشھداء انک علی کل شیئٍ قدیر۔ اللّھم ولا تبارک فی قاتلہ وخاذلہ قال فضج الناس فی المسجد بالبکاء فقال النبیؐ اتبکون ولا تنصرونہ اللّھم فکن لہ انت ولیاً وناصراً۔

(مقتل الحسینؑ لابی

ارشاد فرمانے لگے۔ اس حالت میں کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے۔ بعد ختم خطبہ حضرتؐ نے دست راست کو حسینؑ کے سر پر رکھا، اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند فرما کر یہ ارشاد فرمایا۔ خداوندا میں تیرا بندہ اور پیغمبر محمدؐ ہوں اور یہ دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ میری پاکیزہ ترین و بہترین ذریت وعترت ہیں۔ جن کو میں اپنی امت میں اپنا خلیفہ چھوڑ رہا ہوں۔ خداوندا جبرئیل نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ فرزند حسینؑ بظلم وستم قتل کیا جائے گا خداوندا شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے مجھ کو میری نسل میں برکت عطا فرما اور میرے حسینؑ کو تمام شہیدوں کا سردار بنا۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے خداوندا تو اس کے قاتل و دشمن کو برکت نہ دے، یہ سننا تھا کہ مسجد میں لوگوں کی گریہ وزاری کی وجہ سے ایک چیخ

المؤید للموفق بن احمد المکی الحنفی الخوارزمی الجزء الاول والفصل الثامن

صفحہ ۱۶۴ - طبع عراق۔

بلند ہوئی۔ یہ دیکھ کر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا (آج) تو تم لوگ روتے ہو لیکن (کل) میرے حسینؑ کی مدد نہ کرو گے خداوندا تو ہی میرے حسینؑ کا والی و مددگار ہے۔"

اس خبر سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:-

۱۔ خلافتِ رسولؐ اہل بیتِ رسولؐ کے لیے مخصوص تھی۔
۲۔ شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے (نسل) رسولؐ کو برکت حاصل ہوئی۔
۳۔ امام حسینؑ سید الشہداء ہیں۔
۴۔ قاتلان و دشمنان حسینؑ مبغوض خدا و رسولؐ اور قابلِ نفرت ہیں۔
۵۔ شہادت و مصائب حسینؑ سن کر رونا سنت ہے
۶۔ شہادتِ حسینؑ کے ذمہ دار صرف وہی نہیں جو کربلا میں لڑنے آئے تھے، بلکہ اصحابِ رسولؐ بھی ہیں جنھوں نے اہل بیتؑ کی مدد نہیں کی اور جس کی وجہ سے حزبِ مخالف کو طاقت پہنچی۔

ظاہر ہے کہ خبرِ شہادت کو سُن کر صحابہ کرام کا آہ و واویلا اور گریہ و بکا کرنا یہ ان کی محبت کی دلیل ہے۔ جو ان کو رسولؐ اور آلِ رسولؐ سے تھی لیکن اس حالت میں پیغمبرؐ کا ان کو متنبہ کرنا اور یہ ارشاد فرمانا کہ آج تو تم روتے ہو لیکن کل وقت پڑنے پر مدد نہ کرو گے۔ ان کے لیے انتہائی پریشانی و اضطراب کا سبب ہوا ہو گا۔ اس وقت ان کا دل یہ کیونکر قبول کرتے کے لیے

آمادہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ حسینؑ کی مدد نہ کریں گے۔ یقیناً وہ اپنے گریہ کو ضبط کرتے ہوئے یہ غور کرنے لگے ہوں گے۔ کیا ہم سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ہم آلِ رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ اے معاذ اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہم نے تو وطن چھوڑا، پیغمبرؐ کا ساتھ دیا، مہاجر کہلائے۔ ہاں ہم لوگوں نے تو پیغمبرؐ کی مدد کی۔ سینہ سپر ہوئے۔ اور ایسی نصرت کی کہ انصار کہلائے۔ ہم مہاجرین و انصار سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ کیا ہم کلمہ گو نہیں؟ کیا ہم اجرِ رسالت ادا کرنے میں بخل کریں گے۔ ہم پر تو رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کا احسان ہے۔ یہ ہمارے محسن ہیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ کیا اہل بیتؑ رسولؐ جو پیغمبر کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔ ہم ان کی اطاعت نہ کریں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ان سے سرتابی کر سکے۔ اور ان کی اطاعت و نصرت نہ کرے شاید حسینؑ کی شہادت پوشیدہ طریقہ پر ہو جائے اور ہم لوگ آگاہ نہ ہو سکیں لیکن نہیں رسولؐ تو صاف فرما رہے ہیں "ولا تنصرونہ" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے علم میں شہید ہوں گے۔ اور مدد کر سکنے کے باوجود ہم حسینؑ کی مدد نہ کریں گے۔ گویا حسینؑ کی شہادت کی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہو گی۔ "اے کاش ایسا نہ ہوتا"

یہ وہ خیالات ہیں جو رسول اللہؐ کی تقریر بہ خبر شہادت کے بعد ہر مہاجر و انصار کے دل میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ دراصل رسول اللہؐ کی حیات میں اسباب شہادت کے متعلق اصحاب کچھ نہیں سوچ سکتے تھے۔ اور نہ رسول اللہؐ کے بعد واقع ہونے والے حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتے تھے۔

علاوہ بریں جناب رسالتمآبؐ کا عام مسلمانوں کے مجمع میں یہ اعلان کرنا کہ ان

کا فرزند حسینؑ بظلم وستم قتل کیا جائے گا۔ اس کو مسلمانوں نے حیرت واستعجاب سے سنا ہوگا اور اس خبر کو ایک دوسرے سے بیان کیا ہوگا۔ اس بناء پر تمام مسلمانوں کو حسینؑ کی ہونے والی شہادت کی اطلاع ہوگئی ہوگی جس کی بنا پر ہر ایک کے دل میں نصرت حسینؑ کا جذبہ پیدا ہوجانا چاہیئے تھا اصحاب رسولؐ میں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ خبر شہادت سے بے خبر ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جناب ابن عباسؓ کیا فرماتے ہیں:۔

اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما کنا نشک واھل البیت متوافرون ان الحسین یقتل بالطف (تحریر الشہادتین شاہ سلامت اللہ حنفی ص۸۹ طبع کانپور)

ہم اصحاب رسولؐ اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ سب سے سب حسینؑ کی شہادت کا جو کربلا میں واقع ہونے والی تھی یقین رکھتے تھے۔ کسی کو ذرا بھی اس میں شک نہ تھا۔ اس خبر کو امام حاکم نے اخراج کیا ہے۔

ہاں بعد شہادت اصل سبب کا معلوم کر لینا دشوار نہیں۔ حالات نے پردے چاک کر دیے اور حقیقت نگاہوں کے سامنے عبدالرحمن بن علیی الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ایک بالغ نظر ہاشمی سے دریافت کیا گیا کہ:۔

قیل لرجل من بنی ھاشم متی قتل الحسینؑ بن علیؑ فقال یوم سقیفہ بنی ساعدہ (کتاب الالفاظ الکتابیہ لعبدالرحمن بن عیسی الہمدانی ص۱۴۳ طبع بیروت)

"حسینؑ بن علیؑ کب قتل کیے گئے جواب دیا کہ دراصل حسینؑ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن شہید ہوئے۔"

اس ہاشمی مفکر کا مقصد یہ تھا کہ حسینؑ کی شہادت کا اصل سبب سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی ہے۔ جس کے نتیجہ میں حسینؑ شہید کیے گئے"۔ اس نتیجہ تک ہر غیر متعصب انسان پہنچ سکتا ہے جو صدر اول کی تاریخ اسلام کا مطالعہ علمی (سائنٹیفک) طریقہ پر تاریخی تحلیل و تجزیہ و استخراج نتائج کے ساتھ کرے چنانچہ اس حیثیت سے اکثر علماء اسلام نے واقعات کربلا کا مطالعہ کیا ہے موجودہ زمانہ میں بھی ایک مشہور و معروف مصری عالم اہل سنت ہیں جنہوں نے واقعہ کربلا پر اسی حیثیت سے نظر کی ہے اور اپنی تحقیقات علمیہ و تدقیقات تاریخیہ کو دنیا کے فکر و نظر کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ان بزرگ کا نام "الاستاذ العلامہ الشیخ عبداللہ العلائلی المصری" ہے جو عصر حاضر کے طراز اوّل کے علماء محققین و مصنفین و مدققین میں سے ہیں اور جن کی تصانیف اسلامی دنیا میں مقبول و مشہور ہیں۔ اس لیے میں اپنے اس مضمون میں خاصکر علامہ علائلی مصری کے افادات و تحقیقات کو پیش کروں گا۔

"حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے خلافت و نیابت پیغمبر کے معاملہ میں بڑی سخت غلطی کی۔ وہ نیابت رسولؐ کو ایک دنیاوی حکومت سمجھے۔ حالانکہ خود رسول اللہؐ کی حکومت، حکومت الٰہیہ تھی اور آپ کے صحیح جانشین بھی حکومت الٰہیہ پر فائز تھے۔ لیکن مسلمانوں کو وفات رسولؐ کے بعد پست ترین نظریہ حکومت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا گیا۔ پیغمبر اسلامؐ سے پہلے عرب میں عشیرہ و قبیلہ کی تقسیم اور پھوٹ تھی۔ ان کی حکومت بھی اس نظام کے تحت تھی۔ قبائل کی تقسیم اور نظام عشیرگی ان کو کسی نقطۂ اتحاد پر مجتمع نہیں ہونے دیتی تھی۔ وہ مختلف

جرگوں میں تقسیم ہو کر اختلافات کی دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے ان کے اس تشتت وافتراق اور خود ساختہ امتیازات کو مٹا کر ایک نظام الٰہی کے ماتحت ایک کو دوسرے کا بھائی بنا کر "ملتِ واحدہ" کا سبق پڑھایا دوسرے الفاظ میں یوں عرض کروں کہ آنحضرتؐ کی حیثیت ایک دنیاوی بادشاہ کی سی نہ تھی اور نہ آپ کا نصب العین کسی دنیاوی سلطنت کی بنیاد رکھنا تھا بلکہ آپ بغیر کسی نسلی و ملکی واقتصادی امتیاز کو قائم کیے ہوئے تمام انسانوں کی ایک ایسی برادری قائم کر رہے تھے۔ جس کا ہر فرد انسانیت واخلاق کے جوہر سے آراستہ ہو۔ گویا آپ تمام دنیا کو مدینۂ فاضلہ کے درجے پر لا رہے تھے۔ جہاں خود ساختہ انسانی دستور نہیں بلکہ الٰہی قانون کا نفاذ کیا جانا مقصود تھا۔ اس کو دنیاوی بادشاہت سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ دنیاوی بادشاہت کا مقصد تو صرف مادی اقتدار کا بڑھانا آس پاس کے ممالک پر فوج کشی کر کے مال و دولت سے خزانوں کا مملو کرنا، سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت دینا ہوتا ہے۔ اس بادشاہت کی پوری کامیابی کا معیار صرف سطوت واقتدار کی زیادتی، توسیع حدود سلطنت اور جاہ و حشمت کی فراوانی پر منحصر ہوتا ہے جہاں حق و ناحق کا سوال نہیں اور نہ عدل و مساوات کی شرط ہے اور نہ اخلاق و ادب کی کوئی مراعات ہے۔ اس کا معیارِ تفوق صرف جہانگیری و جہانبانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسکے برخلاف الٰہی حکومت وہ ہے جس کا قیام عدل و مساوات کے لیے ہوتا ہے جس میں ضروریات اجتماعی، لوازم تمدن، انتظامات ملی، سبب بلندی اخلاق اور صحیح انسانیت کے سایہ میں انجام پاتے ہیں۔ اس کا اصل مقصد توسیع

حدودِ مملکت نہیں ہوتا ہے بلکہ "اصلاح الارض" ہے۔ جس کے لیے سب سے پہلے اصلاحِ نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرضیکہ پیغمبرِ اسلامؐ نے زمانہ جاہلیت کے عشیرگی وجمہوری نظامِ حکومت کو ختم کر کے حکومتِ الٰہیہ کو قائم فرمایا چنانچہ اس کا اقرار ہر ایک کو ہے کہ آنحضرتؐ کی حکومت "حکومتِ الٰہیہ" تھی۔ ملوکیت، اشتراکیت یا جمہوریت نہ تھی۔

علامہ شیخ عبداللہ العلائلی المصری لکھتے ہیں:-

نعلم ان النبی جمع السلطنۃ الزمنیۃ فی یدیہ الی جانب السلطنۃ الدینیۃ فکان مصدر کافۃ السلطات فحکومتہ علی ما وصل الینا من اخبارھا ثیوقراطیۃ فی جوھرھا۔

(تاریخ الحسینؑ نقد وتحلیل لعلائلی صفحہ ۱۳۵ طبع بیروت)

"ہمیں معلوم ہے کہ پیغمبرِ اسلامؐ کے ایک ہاتھ میں حکومت دنیوی کی لگام تھی، اور دوسرے ہاتھ میں دینی حکومت کی زمام، دراصل آپ ہر حکومت کے سرچشمہ تھے۔ اس بناء پر حضرتؐ کی حکومت بنیادی حیثیت سے ثیوقراطیہ حکومتِ الٰہیہ تھی"

اسی حکومتِ الٰہیہ کی وجہ سے پیغمبرؐ کی آمریت سے کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ علائلی لکھتے ہیں:-

انھم اخذوا حکومۃ النبیؐ من جانبھا الروحی ونظروا الیھا من ھذہ الناحیۃ فقط فلم یجدوا

عربوں نے پیغمبرؐ کی حکومت کو خدا کی جانب سے ایک روحانی حکومت کی حیثیت سے تسلیم کیا تھا۔ اس وجہ سے

فیها ما یحیی عنعناتهم العصبية
القديمة وما يهيج فيهم الحماس
التقليدي ان النظر الى النبي كان
دينيا محضا على انه وان مارس
السلطة الزمنية فقد كانت
الصبغة الدينية تغمرها حتى
لتخفى بواد الحكم والسيطرة ويكفى
ان نعرف ان الاعتقاد حينئذ
بان اسلام فی ید النبی قربة
دينية وذخيرة اخروية

(تاریخ الحسینؑ نقد و تحلیل صفحہ ۸۰)

شیخ علائلی پھر لکھتے ہیں:-

نحن نعرف ان الاعتقاد فی حکومة
النبی قائم على انها الهية
محضة وان ممارستها ضرب
من رسالة التشريعية فلا
عجب اذا مالت القبائل الى
الرضى والاستسلام ولم تحارب
السلطة المطلقة فی شخص النبی

اس حکومت الٰہی کے خلاف کوئی اقدام
نہیں کر سکتے تھے اور عصبیت قدیم
جاہلیت کی رگ ان کو نہیں متحرک کر
سکتی تھی۔ اور نہ ان کی حماست تقلیدی
ہی ہیجان میں آسکتی تھی۔ وہ پیغمبر کو
ایک دینی و روحانی آمر و پیشوا کی حیثیت
سے دیکھتے تھے۔ جن کا جنبۂ حکومت
نبوت و روحانیت میں تھا۔ اور
پیغمبر کی اطاعت و فرمانبرداری کو
عبادت و ذخیرۂ آخرت جانتے تھے"

ہم یہ جانتے ہیں کہ عہدِ رسالت کے
عرب مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ
پیغمبر کی حکومت الٰہیہ ہے۔ اور
آپ کی حاکمیت و آمریت جزوِ
پیغمبری ہے۔ اس لیے وہ اس
حکومت سے راضی و خوشنود تھے
اور حضرت کی مخالفت کی جرأت

وموت النبی وضع حد لہذا الاعتقاد فی الاشخاص۔
(تاریخ الحسینؑ لعلائلی ص۸۱)

نہیں کرسکتے تھے لیکن حضرت کی موت کے بعد یہ اعتقاد صرف حضرت کی ذات تک محدود ہوگیا۔ اور (انتخاب شوریٰ سے ہونے والے خلفاء کے لیے یہ بات نہ رہی)

حالانکہ بنص قرآن "اولی الامر و خلیفۂ رسولؐ" کی اطاعت بھی مثل اطاعت خدا ورسول ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ جس طرح اللہ ورسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و واجب قرار دی گئی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانشینان رسولؐ کی حکومت بھی حکومت الہٰیہ ہونی چاہیئے۔ لیکن مسلمانوں نے خدا اور رسولؐ کے حکم سے روگردانی کر کے رسولؐ کی خلافت اور جانشینی کو حکومت الہٰیہ نہ سمجھا۔ اور اپنے انتخاب واجماع پر اس کو منحصر کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ زور و غلبہ بھی استحقاقِ خلافت کے لیے کافی سمجھا جانے لگا۔ حد یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں خلیفہ ساز مہاجر و انصار کی ایک مختصر و ہنگامی جماعت اکٹھا ہوئی تھی وہ لوگ کسی بلند معیار پر خلیفہ کا انتخاب نہیں کر رہے تھے بلکہ اس انتخاب کے موقع پر وہ لوگ زمانۂ جاہلیت کے نظامِ عشیرگی سے زیادہ متاثر تھے۔ ان کا نظریہ اسلامی دولت کے قیام کا نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنے اپنے قبیلہ و عشیرہ کی سیادت و امارت کی فکر میں تھے۔ جس میں انصار کے مقابلہ میں مہاجرین کو کامیابی ہوتی۔

اس امر کی طرف علامہ علائلی اشارہ کرتے ہیں :-

ومن هذه المقاولات نفهم ان فكرة الدولة كانت بعيدة عن اذهانهم كما نلمس مقدار الاثر القبلي في الخلاف (تاريخ الحسين ص ۷۷)

"مہاجرین و انصار کی تقریروں سے یہ بات ہمارے ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ اصحاب سقیفہ دولت اسلامی کے قیام کی فکر میں نہ تھے۔ یہ چیز ان کے ذہنوں سے دور تھی۔ ہاں (زمانۂ جاہلیت کے) عشیرگی سے وہ ضرور متاثر معلوم ہوتے تھے۔"

یہ وہ حقائق ہیں جو تاریخ کی صحیح روشنی میں واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ علائلی اس طرف اپنے مخصوص انداز میں متوجہ کرتے ہیں:

ان الواجب التاريخي يقضي علينا بان نفهم كل حادث في حيا القبيلة على ضوئها لانها باثارها اقوى من عامل اخر كالدين مثلا الذي يختمر بعد في نفوس العرب اختمار القبلية ونحن حينما نذير البحث في هذه الفترة من التاريخ على قاعدة الدين قبل كل شي

"اس سلسلہ میں تاریخ کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام حوادثات کو زمانۂ جاہلیت کے رجحان عشیرگی و قبیلہ بندی کے اثرات سے متاثر سمجھتے ہوئے حل کریں کیونکہ یہی رجحان ان لوگوں میں اس وقت کارفرما تھا۔ اگر ان معاملات و حالات میں دینی رجحان و عقیدہ کو کارفرما سمجھیں تو ہم اپنے کو مغالطہ میں ڈال کر انسانی طبیعت و فطرت

لغالط انفسنا فی حقائق الطبیعة البشریة وادنیات علم النفس کما ان المیزان التاریخی الذی قررناه فی التصدیر لیقضی بان یکون اثر الدین البدائی والمثل الجدیدة فی هذه النفوس جزئیا وعاملا الی حد ما.

(تاریخ الحسین ص۵)

اور جدیدیات علم النفس کے حقائق پر پردہ ڈال دیں گے۔ دراصل اس کو ماننا پڑے گا کہ ان حالات میں دینی اثرات و اصلاحی اخلاق ان لوگوں میں بہت کم تھا۔"

بہرحال سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کا نفسیاتی اثر عربوں پر بہت برا پڑا اس کو بھی محقق علائلی کے الفاظ میں سنئے:۔

اذن فاول ما یتبادر الی ذهن الاعراب اذا رأوا رجلا من عامة العرب یتبوأ کرسی الحکم ان الامر تم له بالغلبة فقط والنتیجة المنطقیة بهذا انهم ماداموا ذوی سلطة تخول لهم الغلبة فی حرمة الصراع فهم احق واجدر بالامر ثبت صدق هذا

"سقیفہ کی کاروائی کے نتیجہ میں جب عربوں نے دیکھا کہ ایک معمولی عرب منبر نشین ہو کر ان کا حاکم ہو گیا اور پیغمبرؐ کا جانشین بن گیا تو اس سے سب سے پہلے جو چیز ان کے ذہن نشین ہوئی وہ یہ تھی، کہ یہ شخص صرف قہر و غلبہ ہی کی بنا پر پیغمبرؐ کے تخت و تاج کا مالک بنا۔ اس لیے اس سے زیادہ ہم حکومت کے

النظر عندهم الخلاف على التشيع
الذي نمي اليهم من اخبار ه
ولاشك قد كان فيهم من
يرثي لمصير علي وهو الذي عرفوه
قرب واحبوا فيه شخصيته الممتازة
ونحن نعرف ايضا بان اعتقاد
الفطريين بنصرة الى الوراثة
الدينية واسرة النبي عريقة
بهذا النوع من التخصص و
الامتياز الروحي فلم يكن
بعيدا ان يطمئن العرب الناؤون
الى ممارسة هذه الاسرة الحكم
في ظل الدين بالخلافة والنيابة
والذي يدلنا على الصدق
هذا النقد يراحتجاج عمر الذي
اصطنع فيه منطقا صور فيه
النفسية العربية من هذه
الناحية خير تصوير فقد
اشار لنا في كلمة له يوم السـ

مستحق ہیں۔ کیونکہ قوت وطاقت تو
دراصل ہمارے ہاتھوں میں ہے۔
جانشینیٔ محمدؐ کا حقدار ہم سے زیادہ
کون ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس بیان
پر سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی خود
دلیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ
ان لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے
جو حضرت علیؑ کے انجام پر (کہ ان
سے ان کا حق زبردستی لیا جا رہا ہے)
رو رہے تھے۔ کیونکہ علیؑ کو وہ لوگ
اس امر کا مستحق سمجھتے تھے اور اس معرفت
کے ساتھ وہ علیؑ کو ان کی ممتاز شخصیت
کی بنا پر دوست بھی رکھتے تھے۔
ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ لوگ جو کسی
جذبہ سے متاثر نہیں بلکہ اصولِ فطرت
کے پابند ہیں وہ اس کے معتقد ہیں کہ
امر دین میں بھی قانون ارث کا نفاذ
ہے۔ بے شک خانوادۂ پیغمبر روحانیت
دینی میں ممتاز و مخصوص تھا۔ اور یہ

الی ان العربی شدید النفور من
السلطة الا عن نبعة الذین
ومن الخیران نذکرها علی طولها
لما لها من القیمة الجوهریة فی
بحث هذا الموضوع فقال
واللہ لا ترضی العرب ان یؤمرکم
وبینهما من غیرکم ولکن
العرب لا تمتنع ان تولی
امرها من کانت النبوة فیهم
وولی امرها منهم ولنا بذلک
علی من أبی من العرب الحجة
الظاهرة والسلطان المبین
من ذا ینازعنا سلطان محمد
وامارته ونحن اولیاءه و
عشیرته الا مدل بباطل او
متجانف لاثم متورط فی
هلکة تأمل قوله ولکن العرب
لا تمتنع ان تولی امرها من کانت
النبوة فیهم الذی هو بیان

لوگ پیغمبرؐ کے وارث بھی تھے اس
لیے وہ عرب جو بیرونِ مدینہ تھے
وہ سب کے سب پیغمبرؐ کا جانشین
خود ان کے اہلبیت ہی کو سمجھتے تھے
میرے اس بیان کی تائید حضرت
عمر کی تقریر سے ہوتی ہے جس کو
موصوف نے منطقی استدلال کی حیثیت
سے سقیفہ میں دوسروں کے مقابلہ میں
نہایت ہی خوبی کے ساتھ پیش کیا
تھا۔ گویا کہ عربوں کی خواہشات و
رجحان کی ایک کامیاب مصور کی
حیثیت سے اپنے الفاظ میں تصویر
کشی کی ہے حضرت عمر نے اپنے ایک کلمہ
سے یہ حقیقت ظاہر کر دی ہے کہ
عرب دنیاوی سلطنت و حکومت
سے متنفر رہیں گے جب تک کہ
دین کے رنگ میں اس حکومت کو
ان کے سامنے نہ پیش کیا جائے
مناسب ہے کہ حضرت عمر کی پوری تحریر

تصويري يكشف بجلاء عن خوافي النفسية العربية من هذا انما حيد نحن الآن نستطيع ان نستفيد من منطق عمر الذي استعمله ضد خصومه السياسيين في اكتساب قضية الترشيح من حيث هو شاهد على ما ندعي من ان النفس العربية تنبو عن كل سلطة على امة شاكلة الا اذا جاءت عن جانب الدين فتلين شهواتها وعمر بعد ذلك يتوسل بانهم عشيرة النبي فهوا خلق بتمثله ومن هذا ننتزع الدليل على ان السلطة لو كانت من اسرة النبي من ولاة الامر لما نجم هذا الخلاف ولما ظهرت الامة الارتداد . . . الا يعني

اس مقام پر نقل کر دوں، اگرچہ طولانی ہے لیکن ہمارے موضوع بحث کے لیے انمول جواہرات ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں اے انصار، خدا کی قسم عرب اس پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کہ تم ان کے حاکم امیر بنو اس حالت میں کہ پیغمبرؐ تمہارے خاندان سے نہ تھے۔ عرب اس کے مخالف نہیں ہیں کہ ان کا حاکم خاندان نبوت سے نہ ہو۔ بلکہ وہ اپنا امیر پیغمبرؐ کے گھرانے ہی کا چاہتے ہیں۔ اس بنا پر جو ہماری امارت کو قبول کرنے سے کنا کشی کرے اس کے مقابلہ میں ہم حجت ظاہرہ و دلیل واضح رکھتے ہیں۔ کون ہے جو حکومت و امارت محمدؐ میں ہم سے جب کہ ہم حضرتؐ ہی کے قوم و قبیلہ سے ہیں مخالفت کر سکتا ہے ہاں جو مخالف ہوگا وہ باطل کا رواج دینے والا، گنہگار اور مبتلائے ہلاکت ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۹)

ان الامر سلفضني فی النهایة الی
الحکم علی نظام الاسرة بل
یعنی ان شکله کنت لله اکثروا
نسجاما مع الروح السائدة
او ذلك وبالنکتل التاریخي
وقرب الامة شیئا بعد شیء
من فهم مذاهب الحکم تتغایر
نظرتها۔"

(تاریخ الحسین ص ۸۳)

دیکھیے حضرت عمر صاف صاف اعلان
کر رہے ہیں کہ عرب کو اس سے اختلاف
نہیں ہے کہ خاندان نبوت میں حکومت
و خلافت ہو۔ وہ یہ بتلا رہے ہیں کہ
عربوں کو تو خواہش ہی یہی ہے کہ ان
کا امیر و حاکم بیت نبوت سے ہو۔
حضرت عمر کی اس تقریر سے جو انتخاب
خلیفہ کے سلسلہ میں اپنے سیاسی
دشمنوں کے مقابلہ میں کی ہے۔ یہ امر
پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ اگر خلافت
و امارت اول مرتبہ ہی خاندان نبوت کے سپرد کر دی جاتی تو یہ اختلافات نہ پیدا ہوتا۔ اور لوگ دین سے مرتد نہ ہوتے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ دولت و حکومت کو خواہ مخواہ کے لیے ایک نسل سے مخصوص کر دو۔ بلکہ عرض یہ کرنا ہے کہ یہ طریق کار اس زمانہ کے عربوں کے مزاج کے مطابق تھا اور اس کی وجہ سے وہ درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور ان کی فکر روشن تر ہوتی اور دولت اسلام کے لیے تشکیلات اساسی مستحکم ہوتے۔"

محقق علائلی ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:۔

وھذا التحلیل لیظھرنا علی
ان السلطة لو اسندت من

اس تاریخی چھان بین سے ثابت
ہوتا ہے کہ اگر روز اول ہی سے

ادی الامر الی شخص من اسرۃ النبیؐ لکانت اکثر انسجاماً مع الروح العربیۃ الساذجۃ البعیدۃ عن مذهب الحکم من نظرها الروحی الذی کانت تنظر به وحده الی النبیؐ"

(تاریخ الحسین ص۸)

کارِ خلافت کو خاندان نبوت کی کسی شخصیت کے سپرد کر دیتے، تو یہ عربوں کے سادہ مزاج اور روح کے بالکل موافق ہوتا اور پھر کوئی فتنہ و فساد نہ ہوتا کیونکہ عرب اسی نگاہِ عظمت و احترام سے جس سے پیغمبرؐ کو دیکھتے تھے اس کو بھی دیکھتے۔"

لیکن خلفاء کی سیاست نے یہ نہیں چاہا کہ اہلبیتؑ کسی خاص امتیاز و احترام کے مستحق رہیں بلکہ ان حضرات کو عوام کے برابر کر دیا اور اپنی مصلحت سے مختلف اشخاص میں اہلبیت خلافت کو تسلیم کر کے انتخاب خلیفہ کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا گیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں :-

واعتقد بان الذی سبّب کل هذا حصرُ عمر الانتخاب فی هذه الستۃ وترشیحهم فان تسمیته هولاء الی جانب علیٍ جعلهم یتمتعون ببعض الثقۃ الشعبیۃ ویثقون بانفسهم الی حد کبیر الا فلو ترک

"میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ان تمام بدبختیوں کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے چھ آدمیوں میں خلافت کو منحصر کر دیا۔ ان لوگوں کا نام حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ خلافت کے لیے نامزد و شامل ہونے سے عوام کی توجہ اس طرف ہو گئی کہ وہ بھی خلیفہ ہونے کا حق رکھتے ہیں اور خود علیؑ کے برابر ہیں۔ اگر حضرت عمر

الانتخاب حراً لما وجد هولاء
بعد علي في انفسهم الشجاعة
الكافية التي تحملهم على
خوض غمار الانتخاب ضد مرشح
ممتاز كما لا يجدون التشجيع
الكافي من الشعب خصوصاً
وان الزبير قد بايع بالامس
القريب في عهد ابوبكر
المرشح الذي ينزل ضده
اليوم ومنطقي جداً ان مثل
هذا لايجد الجرأة التي
تحمله على ان يرشح نفسه
ضد علي واذا وجدها
فلا يجد التحبيذ الشعبي
اذن فقد كان ترشيح
عمر لهم بمثابة التزكية
وهذا قد اوجد عدم الحرية
التي تكلمنا عنها في بحث
الثورة دوافع الاعتزال؟

انتخابِ خلافت کے مسئلہ کو آزاد چھوڑ
جاتے تو ان میں سے کوئی بھی علیؑ
کی برابری اور مقابلہ کی جرأت نہیں
کر سکتا تھا۔ نگاہِ عامہ بھی ان پر اس
حیثیت سے نہیں پڑتی کہ یہ لوگ
مستحق خلافت ہیں۔ خصوصاً زبیر
جو ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر
کے خلیفہ ہونے کے وقت حضرت
علیؑ کی بیعت کیے ہوئے تھے
اور ان کی خلافت کے لیے
کوشاں تھے۔ بیشک اس قسم کے
لوگوں میں کب ایسی جرأت ہو سکتی ہے
کہ وہ اپنے کو علیؑ کے برابر سمجھیں اور
اگر ایسی جسارت بھی کریں، تو
لوگ انکی کب مانتے، دراصل عمر کے
عمل نے ان میں یہ جسارت پیدا کر
دی اور یہ لوگ بھی اپنے کو پانچوں
سواروں میں سمجھنے لگے حضرت عمر
کی یہ حرکت گروہ بندی اور تفرقہ سازی

والاصطراع

(تاریخ الحسین ص۱۲۱ و ۲۵۲)

کا باعث ہونے کے علاوہ مستقل جھگڑے اور فساد کا سبب بھی بنی۔"

حضرت عمر کے اس شوریٰ کے متعلق عصر حاضر کا ایک دوسرا مشہور مفکر علامہ شفیق حیری اپنی کتاب "العناصر النفسیة فی سیاسة العرب" میں لکھتا ہے :-

ففکرة عمر فی ان یجعل امر المسلمین شوریٰ بین ستة تیز احمون علی الخلافة غلطة نفسیة وقد ادرك معاویة هذه الغلطة۔ فقد ذکروا ان زیادا وفد ابن حصین الی معاویة فاقام عنده ما اقام ثم ان معاویة بعث الیه لیلا فخلابه فقال له یا ابن حصین قد بلغنی عنك ذهنا وعقلا فاخبرنی عن شیٔ اسائلك عنه قال سلنی عما بدالك قال اخبرنی ما الذی شتت امر المسلمین وملأهم

"پس عمر کی یہ پالیسی کہ چھ آدمیوں میں خلافت کو منحصر کرکے کسی ایک کو شوریٰ سے خلیفہ مقرر کیا جائے جس میں یہ لوگ آپس میں حصولِ خلافت کے لیے ایک دوسرے سے مزاحمت کریں، ایک نفسیاتی غلطی ہے اور معاویہ نے اس غلطی کو معلوم کرلیا تھا۔ جیسا کہ مورخین لکھتے ہیں کہ زیاد نے معاویہ کے پاس ایک ڈیپوٹیشن میں ابن حصین کو بھیجا۔ اس سلسلہ میں ابن حصین کچھ دنوں معاویہ کے پاس رہے، ایک مرتبہ معاویہ نے ان سے تخلیہ میں گفتگو کی۔ اے ابن حصین میں نے سنا ہے کہ تم بڑے عاقل و ذہین ہو، جو

وخالف بينهم قال نعم قتل
الناس عثمان قال ما صنعت
شيئاً قال فمسير علي اليك
وقتاله اياك قال ما صنعت
شيئاً قال فمسير طلحة
والزبير وعائشة وقتال علي
اياهم قال ما صنعت شيئاً
قال ما عندي غير هذا يا
امير المومنين قال فانا اخبرك
انه لم يشتت بين المسلمين
ولا فرق اهواءهم الا الشورى
التي جعلها عمر الى ستة نفر"
فلم يكن رجل الا رجاها
لنفسه رجاها له قومه وتطلعت
الى ذلك نفسه - هذا اعرابي
المعتصم، فالشورى غلطة
نفسية رحم الله من غلطها
فالشورى في القديم كانت
غلطة نفسية فنشاء عنها

پھر میں پوچھتا ہوں، ذرا اس کا جواب
تو دو۔ ابن حصین نے کہا جو چاہیے
دریافت فرمائیے۔ معاویہ نے
پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ مسلمانوں میں خلافت
کے بارے میں یہ اختلاف اور یہ
پارٹی بندی کیوں ہوئی؟ ابن حصین
نے جواب دیا۔ جی ہاں یہ اس لیے
ہوا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔
معاویہ نے کہا نہیں یہ کچھ نہیں، جواب دیا
کہ اچھا پھر یہ بات ہو گی کہ علیؑ جو
آپ سے لڑے اور جھگڑے معاویہ
نے پھر کہا یہ کچھ نہیں۔ جواب دیا
تو یہ ہو گا کہ طلحہ و زبیر و عائشہ جنگ
جمل میں جو نکلیں اور حضرت علیؑ ان سے
لڑے۔ یہ سن کر پھر معاویہ نے کہا
یہ بھی کچھ نہیں۔ ابن حصین کہنے لگے
مجھے تو اس کے علاوہ اور کوئی سبب
معلوم نہیں۔ معاویہ نے کہا کہ اچھا تو
پھر میں اصلی سبب بتائے دیتا ہوں

شتات المسلمین و فرقۃ اھوائھم۔ والعناصر النفسیۃ فی سیاسۃ العرب صفحہ ۳۲، ۳۳ طبع قاہرہ)

مسلمانوں میں جھگڑا فساد، اختلاف اور فرقہ بندی جو کچھ بھی ہے یہ اسی شوریٰ کی وجہ سے ہے جس کو عمر نے قرار دیا تھا اور جس میں چھ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنے لیے خلافت نہ چاہتا رہا ہو۔ اور اس کی قوم بھی اس کو خلیفہ بنانا نہ چاہتی رہی ہو۔ اس طرح پر ہر ایک آرزومند خلافت ہو گیا۔ (شفیق جبری کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ بالکل صحیح رائے ہے۔ دراصل "شوریٰ" ایک نفسیاتی غلطی ہوئی ہے۔ خدا رحم کرے۔ اس پر جس نے غلطی میں ڈالا، بیشک صدر اول میں شوریٰ ایک ایسی نفسیاتی غلط کاری ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف اور پارٹی بندی ہوئی۔"

بہرحال سقیفہ کی ہنگامی کاروائی اور "شوریٰ" کی سمجھی بوجھی سیاست سے جو نتائج برآمد ہوئے اس کو علائلی کے الفاظ میں مختصراً ملاحظہ فرمائیے اور اس سے شہادت حسینؑ کے اصل سبب کو بھی معلوم کر لیجئے:۔

۱۔ اسلامی اتحاد کا ختم ہو جانا اور مذہب سے بغاوت کرنے کی جرأت پیدا ہونا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

الاختلاف علی البیعۃ یوم السقیفہ و امتناع فاطمہؑ و

"روز سقیفہ ابوبکر کی بیعت کے موقع پر مہاجر و انصار کا اختلاف

آل ہاشم عموماً کان لہ صدیٰ عکسی ولدی عند البعیدین شیئاً من الشعور بالاستہانۃ وحملہم علی الانتقام والخروج والتمرد وربما شہد لہ ان ارتداد العرب کان بعد یوم السقیفہ بعشرۃ ایام"

(سمو المعنی فی سمو الذات ص۲۲ طبع بیروت)

جناب فاطمہ اور بنی ہاشم کا بیعت نہ کرنا، یہ وہ حالات ہیں جنہوں نے عالم اسلامی میں عظیم اثرات رونما کیے۔ وہ لوگ جو مرکز بیعت شہر مدینہ سے دور تھے ان لوگوں نے سقیفہ کی کارروائی اور ابوبکر کے منتخب ہونے کو بہت ہی حقارت اور ذلت کی نظروں سے دیکھا۔ اور یہی امر ان کے ارتداد کا باعث ہوا۔ اور بغاوت وسرکشی کے لیے آمادہ ہو گئے۔

(اس انتخاب خلافت کے خلاف اتنا ہیجان ہوا کہ) روز سقیفہ کے صرف دس دن بعد ہی قبائل مرتد ہو گئے۔

۲۔ اہل بیتؑ کے ساتھ سختی اور مظالم و بے احترامی:۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

اخذ اھل البیت بالشدۃ

اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ خلفاء کا سختی کے ساتھ پیش آنا۔

(سمو المعنی فی سمو الذات ص۲۲)

اس موقع پر علائلی نے شہرت کی بناء پر ان واقعات کو نہیں لکھا۔ کیونکہ واقعہ نگاری اصل مطلوب نہیں۔ بلکہ حکومت کی اصل پالیسی اور اس کے نتائج کو ظاہر کرتا ہے۔ محدثین اور مورخین اسلام نے تفصیل کے ساتھ

ان واقعات کو اپنے مصنفات میں لکھا ہے، کتاب الامامت والسیاستہ ابن قتیبہ الدنیوری، عقد الفرید ابن عبد ربہ اندلسی، تاریخ ابن جریر الطبری تاریخ الکامل ابن اثیر الجزری، مروج الذہب مسعودی ملاحظہ کی جائیں علامہ صدر الدین احمد الحنفی القادری البوہاری اپنی کتاب روائح المصطفےٰ میں لکھتے ہیں:-

وبعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعات بسیار گذشتہ مثل معاملہ فدک وسقط شدن حمل او وتہدید نمودن عمر خطاب بنی ہاشم راکہ در خانہ حضرت زہرا اجتماع نمودہ بودند۔ وناله وشیون نمودن حضرت زہرا پیش انصار طولے دارد۔ ذکرش ناکردن اولیٰ تراست وصیت نمودن حضرت زہرا کہ ہیچکس بر جنازۂ او حاضر نشود دلیل صریح است بر آنکہ حضرت زہرا آزردہ دلول از دنیا رفت۔ اکنوں تاویل ہرچہ خواہند بکنند۔

(روائح المصطفیٰ ص ۳۶، ص ۳۷، طبع کانپور)

اس امر کی طرف شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب مفسر ومترجم قرآن اپنی کتاب "رویائے صادقہ" میں ان الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں:-

"سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ ان کا ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اس میں ضعف آگیا۔ اور شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعۂ کربلا کی طرف، جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔"

یہی وہ بدسلوکی ہے جس کا افسوس و احساس خود حضرت ابوبکر کو بھی حالتِ احتضار میں تھا۔ کہ "کاش فاطمہؑ کے گھر کی بےادبی نہ کرتا کاش ان کے حقِ فدک کو دے دیتا، اے کاش امرِ خلافت کو رسول اللہ سے صاف کر لیتا۔"

عقد الفرید ابن ربہ، مروج الذہب مسعودی، تاریخ الطبری)

۲۔ حضرت ابوبکر کا خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہونا دراصل مخالفین اسلام بنی امیہ کی کامیابی تھی۔ محقق علائلی لکھتے ہیں :۔

فلم یفز بنو تیم بفوز ابی بکر بل فاز الامویون وحدہم ولذلک صبغوا الدولۃ بصبغتہم واثروا فی سیاستھا وھم لبعیدون عن الحکم کما یحدثنا المقریزی فی رسالۃ النزاع والتخاصم ومن تاریخ ھذا الفوز الانتخابی بدأت سعایۃ بنی امیۃ لتھیئۃ الاسباب الی الانقلاب الذی سیفضی فی نھایۃ الی استحواذھم

حضرت ابوبکر کا خلیفہ بن جانے میں کامیاب ہونا ان کے قبیلہ بنی تیم کی کامیابی نہیں تھی بلکہ دراصل یہ بنی امیہ کی کامیابی تھی۔ اس کامیابی کے نتیجہ میں بنی امیہ کو اس کا موقع ملا کہ ان لوگوں نے حکومت کو اپنے رنگ میں رنگا اور اسکی سیاست میں داخل و اثر انداز ہو گئے۔ اگرچہ ان لوگوں کو حکومت کا کوئی حق نہ تھا جیسا کہ علامہ مقریزی النزاع والتخاصم میں لکھتا ہے "سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین کی کامیابی اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے

علی السلطة"
(تاریخ الحسینؑ صفحہ ۸۴)

سے بنی امیہ کی کوششیں اسلام میں انقلاب پیدا کرنے کے لیے شروع ہوگئیں جس کے نتیجہ میں وہ حکومت اسلامی پر قابض و متصرف ہو کر مطلق العنان حاکم و خلیفہ بن بیٹھے۔"

۴۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں بنی امیہ ہی ولایات اسلامی پر قابض و متصرف تھے۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:-

ان اکثریة الامراء والولاة کانوا بنی امیة فی ازمان ابی بکر و عمر و عثمان واذا علمنا ان اثارة العصبات المکنونة کانت جزءً من سیاسة الحزب الاموی ذی المطامع الکبیرة استطعنا ان نقطع بان هولاء الولاة کانوا وهم بهارسون امارتهم فی زمن ابی بکر وعمر لا یفتأون یحیون کرا من النزعات ویذکون نارها لیلهبوا المجتمع الاسلامی

ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت کے زمانے میں امراء و حکام و والی اکثر و بیشتر بنی امیہ تھے۔ اور یہ معلوم ہے کہ بنی امیہ کے سیاسی پروگرام میں زمانۂ جاہلیت کی عصبیت بھی شامل تھی۔ وہ بڑی بڑی آرزوؤں کو دل میں پوشیدہ کیے ہوئے تھے بالکل یقین ہے کہ ابوبکر و عمر کے عہد کے یہ حکام اور گورنر اپنے سینوں کے اندر کینہ کو زندہ کیے ہوئے تھے اور اسی گھات میں تھے کہ تمام مجمع اسلامی کو دفعتاً آگ لگا کر فنا کر دیں

الزاخر بباطنیہ من شؤون

(تاریخ الحسینؑ ص۳۶)

۵ - خلفاء کا اسلامی معاشرت وتمدن میں دینی مزاج پیدا کرنے کے بجائے عربوں کو غیر تربیت یافتہ جنگجو قوم بنا دینا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں :-

التعجیل بالفتوح قبل الاختمار الذین یؤلف من مجموع الصفات النفسۃ للافراد صفۃ عامۃ وھی التی یعبر عنھا بخلق الامۃ مما ادی الی ان یخرج ھذا الخلیط الکبیر من العرب وینتشر فی بقاع واسعۃ من الارض حاملۃ غریزتہ الاجتماعیۃ التی کانت لاتزال اکثر اتصالا باسباب نفسہ ولقد تمتد فتصبغ کل صفاتہ الادبیۃ بصبغتھا

خلفاء کا قبل اس کے کہ عرب دینی عقائد واسلامی اخلاق میں پختہ ہوں اور قبل اس کے کہ ان کا ایک مزاج دینی بنے۔ جہانگیری و لشکر کشی کے لیے آمادہ کر دینا اور غیر اسلامی صفات و اخلاق کے ساتھ ان لوگوں کا چاروں طرف زمین پر پھیل جانا اور گردوپیش کے ماحول کو اپنے رنگ میں رنگ دینا۔

(تاریخ الحسین ص۷۳)

۶ - دینی تربیت و مذہبی تبلیغ جو رسولؐ کے عہد میں تھی اس کا عہد

خلفاء میں بند ہو جانا۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:

عدم عناية حكومة الخلفاء
ببث الدعوة وغرس التربية الدينية
التي كانت لازمة لذلك المجتمع
لزوم التربية الوطنية في نظام
القوميات الحديثة على يد دعاة
استوت عندهم العقيدة اختمرت
بها نفوسهم واتت اُكلا هنيئا
حتى تتوافر في نفوس المسلمين
عامة املاء الدين فيكونون
كما قال عليؑ عظم الخالق في
انفسهم فصغر مادونه في اعينهم
وكذلك فعل النبيؐ ببعث الراشدين
والمعلمين والمبشرين في انحاء
الجزيرة فلم يكن عليه الصلوة
والسلام يقبل الاسلام من
الافراد على انه اعمال وطقوس
بل على انه عقيدة ومبداء
وهذا لا يتم الا باعمال تبشيرية

خلفاء کا تبلیغ و اشاعت مذہب
و نشر تعلیمات دین اور احساس روح
اسلام پر لوگوں کی تربیت کرنے
سے بے اعتنائی برتنا جیسا اس زمانہ
کے مسلمانوں کے لیے ویسا ہی ضروری
تھا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں نظام ملت
و قومیت کو درست کرنے کے لیے
جذبۂ وطن پرستی ہے اور یہ تعلیم و
تبلیغ ایسے دیندار و پاک عقیدہ
لوگوں کے ذریعہ سے دلانی چاہیئے
تھی جن میں دین راسخ ہو چکا تھا اور
عقائد مذہب ان کے گوشت و
پوست میں پیوست تھے جس سے
دستورات دین و تعلیمات مذہب
تمام مسلمانوں میں جاری و ساری ہو جاتے
اور یہ لوگ ایسے ہو جاتے جیسا کہ
حضرت علیؑ نے سچے دینداروں کی
تعریف میں فرمایا ہے" ان کی نگاہوں

واسعة وليس بين ايدينا ما
يثبت ان حكومة الخلفاء عنيت
بهذه الناحية التبشيرية
عناية مقصودة -"
(سمو المعنى فى سمو الذات ص ۲۶)

میں سوائے خدا کی عظمت و بڑائی
کے ماسوا بالکل ہیچ و پوچ تھا" حالانکہ
خود رسول خدا نے تعلیمات دین و
تبلیغ مذہب کے لیے معلمین و مبشرین
و مبلغین کو اطراف جزیرۃ العرب کی
طرف روانہ کرنے میں بہت زیادہ توجہ

فرمائی تھی اور حضرتؐ لوگوں کے اسلام کو ان کے سچے عقیدہ و خلوص کی بنا پر قبول فرماتے تھے۔ نہ کہ جبر و قانونی شکنجہ کی بنا پر ان کو مجبور کر کے داخل اسلام کرتے تھے۔ اور یہ امر بغیر مبشرین کے پورا نہیں ہو سکتا ہے۔ ہمارے سامنے کوئی سند اور ثبوت اس امر کے لیے موجود نہیں ہے کہ خلفاء نے اس کو اہمیت دی ہو اور کوئی توجہ ابشارت دین و تعلیم عقائد کی طرف براہ راست کی ہو۔

علامہ علائلی تاریخ الحسینؑ نقد و تحلیل میں اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وقد ذكرت فى كتاب "سمو المعنى
فى الذات" لطائفة من الاخبار
تشهد بان الاعراب خصوصاً لم
يتضلعوا من الدين وقد كبر
على كثيرين القول بان الخلفا
لم يعنوا بهذا اللون من التربية

"ہم نے اپنی کتاب "سمو المعنی فی سمو الذات"
میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ تاریخی شہادتیں
اس پر موجود ہیں کہ عرب دینداری
میں مستحکم نہ تھے اور بہت سے لوگ
یہ نہیں پسند کرتے کہ یہ کہا جائے کہ
خلفاء نے پرورش دین کی طرف سے

فنشاء لو عن الاشخاص الذين
اوصلوا الدين الى الجهات المختلفة
واعطوا تلك المجموعة الاسلامية
الكبرى ونحن لم ننكر ان الخلفاء
عنوا بالفتح وهو يستتبعه دائماً
دخول اقوام لا اعداد لهم فى
دين الغالبين ولكن دخولهم
على هذا الشكل لا يعنى اكثر
من انهم مسلمون بالكم فقط وهذا
مالم نعن به وانما انصرفنا
الى درس اسلامية هولاء
واولئك من حيث اثاره
فى الضمير والنبى انبهنا الى ان
المدار على الضمير الذى ينبغى
وحده الذى يجب تخصيبه
وصلاه بتمبر التعاليم الصالحة
لامر وانه لقوله عليه السلام
رجعنا من الجهاد الاصغر
الى الجهاد الاكبر وبهذا اجلى

غفلت برتی" وہ یہ سن کر پوچھنے لگتے
ہیں کہ پھر وہ کون ہے جس نے سارے
جہان میں اسلام کو پھیلایا ہے اور
کس نے جامعہ اسلامی کو اتنا بڑھایا ہے
دراصل میں خلفاء کی جہانگیری کا انکار
نہیں کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ان کی
تاخت و تاراج و جہانگیری ہی کے
نتیجہ میں بہت سی مغلوب اور پسپا
شدہ قومیں اپنے اوپر غلبہ پانے
والی قوم مسلمانوں کے مذہب کو
قبول کرنے کے لیے مجبور ہوئیں
یہ تو قہر و غلبہ کا لازمی نتیجہ تھا۔ درحقیقت
اس صورت میں جو مسلمان ہوئے ان
سے تو صرف مسلمانوں کی مردم شماری
کا اضافہ ہوا نہ کہ روحانیت دین نے
ترقی کی۔ ہم تو ان کے یا ان کے اسلام
کو اس حیثیت سے معلوم کرنا چاہتے
ہیں کہ ان کے ضمیر اور دل کی گہرائیوں
میں تعلیماتِ اسلام کا کتنا اثر و رسوخ تھا

النبی عن خطة الرشید ة فی
الفتح والتهذیب ولایکون سیاسة
الخلفاء کانت سیاسة فتح
فقط وعلیه فقط ترکت اهم
الجانبین من السیاسة النبویة
(تاریخ الحسین ص۳۰)

خود پیغمبرؐ نے بتلایا ہے کہ اسلام و
مسلمان کا دارومدار فتح پر نہیں بلکہ
باطن و ضمیر دینی پر ہے۔ جس کی صحیح
پرورش و سیرابی کی طرف متوجہ رہنا
چاہیئے۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے
"اب ہم جہاد اصغر سے پلٹ کر جہاد اکبر
کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں"۔ پیغمبرؐ نے
اپنے اس مختصر جملہ میں اپنے نظریہ کو جو تہذیب و فتوحات کے متعلق ہے آشکارا
ظاہر کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خلفاء کی سیاست صرف جہانگیری
تک محدود تھی اور پرورش دین کے متعلق پیغمبرؐ کی سیاست جو دراصل ایک اہم جنبہ
ہے اس کو ان لوگوں نے ترک کر دیا تھا"

۷۔ خلفاء نے اسلامی مساوات کو ختم کر کے مسلمانوں میں طبقات کو قائم کیا
جس کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام رائج ہو گیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

هذه التنظیم المالی اوجد تمیزا
کبیرا واقام المجتمع العربی
علی قاعدة الطبقات لبعد ان
کانوا سواء فی نظر القانون الشریعة
فقد اوجد ارستقراطیة وشعبا

حضرت عمرؓ کا تقسیم اموال کا طریقہ عظیم
امتیازات کے پیدا ہونے کا سبب
بنا اور مسلمانوں کی سوسائٹی کی تقسیم
طبقات پر ہو گئی۔ حالانکہ شریعت اسلامی
و قرآن و سنت رسولؐ نے ہر قسم

(عامۃ" کے طبقات واتیازات کو ختم کر کے

(تاریخ الحسین ص ۱۴۶) سب کو مساوات کا درجہ دے دیا

تھا۔ لیکن اس طریق کار نے مساواتِ اسلامی پر ضرب کاری لگا کر اشراف (سرمایہ دار و جاگیردار) متوسط، خوشحال طبقہ اور تہیدست و مفلس عوام میں طبقہ طبقہ کر کے تقسیم کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحابِ رسولؐ کی دولت و سرمایہ داری کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا۔ زبیر بن عوام نے بصرہ، کوفہ، مصر، اسکندریہ ہر جگہ متعدد عالیشان محلات شاہی کو تعمیر کرایا۔ ان کی اصل پونجی کا شمار پچاس ہزار اشرفی، ایک ہزار عربی گھوڑے، ایک ہزار لونڈیاں تھیں۔ اور طلحہ بن عبداللہ نے شہر مدینہ اور کوفہ میں ہر جگہ رفیع الشان محل بنوائے اور صرف عراق کے پیداشدہ غلہ و اجناس کی روزانہ آمدنی ایک ہزار اشرفی ہوتی تھی۔ زید بن ثابت نے مرنے کے بعد جو سرمایہ چھوڑا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سونے اور چاندی کا وہ اتنا ڈھیر چھوڑ گئے تھے جو تبر کے کاٹنے سے کٹتا تھا۔ اور ایک لاکھ اشرفی کی قیمتی جائداد اس کے علاوہ تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک بہت وسیع اور عالیشان قصر تعمیر کرایا۔ اور ان کے اصطبل میں سو گھوڑے، ایک ہزار اونٹ اور بالدہ میں دس ہزار بھیڑیں اور بکریاں تھیں اور ان کے مرنے کے بعد ترکے کے چوتھے حصے کی قیمت ۸۴ ہزار اشرفی ہوئی۔ اور یعلی بن امیہ جب مرے ہیں تو انہوں نے ہزار دینار سرخ نقد علاوہ زمین و جائداد کے چھوڑے اور ان سب کے علاوہ ایک لاکھ دینار لوگوں پر ان کا قرضہ

تھا (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص۲۲۲)

خود حضرت عثمان اتنی دولت رکھتے تھے کہ ان کا لقب ہی غنی (یعنی سیٹھ، دھنی) ہو گیا تھا۔ موصوف نے صرف شہر مدینہ میں سات عالیشان محلات شاہی تعمیر کرائے تھے۔ بکثرت لونڈی، غلام اور باغات اور چشمے تھے۔ اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ بے شمار تھے۔ جس دن یہ قتل ہوئے ہیں ان کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار اشرفیاں اور دس ہزار درہم تھے۔ وادی القریٰ وحنین میں زمین، جائداد تھی۔ جس کی قیمت ایک لاکھ اشرفیاں تھیں۔ اور جواہرات و زیورات اس کے علاوہ۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ خلفاء کے دور میں منجملہ دیگر چیزوں کے عورتوں کی غیر اسلامی روش و تباوت نے بھی مسلمانوں کو متاثر کیا جس کے نتیجہ میں بدترین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:۔

"ظہور المرأة" وھو لا تتسع للافکار الکلیة العامة وانما تفکر تفکیرا جزئیا خاصا فکان لھا اثر فی التوجیة الجدید فقد لعبت المرأة بحرکات کبیرة استقلالیة فی مناسبتین یوم الرحمة ثم

"عورتوں کی کارستانی" عورت کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ مردوں کا سا دل و دماغ پیدا کر سکے۔ اس کے دل و دماغ میں اتنی گنجائش کہاں کہ اہم امور سما سکیں۔ ان کو تو چھوٹے اور معمولی کاموں کے سوچنے کی سوجھ بوجھ ہوتی

امرأتين احدهما سجاح بنت
الحارث وتقدم خبرها والاخرى
هي سلمى ابنة مالک بن حذيفة
سبيت ايام رسول الله ووقعت
لعايشة فاعتقها وقد قادت
جموع غطفان وهوازن وسليم
واسد وطي ثائرة فنزل خالد
بن الوليد عليها وعلى جماعها
فاقتتلوا وهي واقفة على جمل
امها وكانت موهوبة عظيمة
المنزلة تستنهض الجموع تعرض
الحماس وقد قتل حول جملها مائة
رجل ثم قتلت وتفللت الجموع
وارتدت هذه المرأة نتيجة
لتفكير حر اوقل مصلحي فهو تريد
ان تثار لاخيها حكمة الذي
قتل ايام النبي۔

(تاریخ الحسین ص ۱۸۶)

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے جدید نظام
معاشرت میں عورتوں کو ذلیل ہو جانے
سے اسلام کو عجب کشمکش میں مبتلا ہو
جانا پڑا۔ دور اول اسلام میں عورت
بڑی بڑی تحریکوں کے چلانے کا سبب
ہوئی۔ اول اول فتنۂ ارتداد کے موقع
پر دو عورتوں نے ایسی حرکتیں کیں، ایک
سجاح بنت حارث جس کا تذکرہ
ہو چکا ہے (جس نے نبوت کا دعویٰ
کیا تھا اور جس نے ایک دوسرے نبی
مسیلمہ کذاب سے مصالحت کر کے
عقد کر لیا تھا) دوسری سلمہ بنت مالک
بن حذیفہ (طبری جلد ۳ ص ۲۲۳، ص ۲۲۴)
جو رسول اللہ کے زمانہ میں گرفتار رہی
تھی۔ اور بی بی عائشہ کو کنیزی میں ملی
تھی جس کو موصوفہ نے بعد میں آزاد کر
دیا تھا۔ یہی وہ عورت ہے جس
نے بعد وفات پیغمبرؐ تمام قبائل غطفان
ہوازن، سلیم، اسد و طی کو حکومت

کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر کے ایک شورش وغدر پیدا کر دیا تھا۔ اور خود باغیوں اور شورش پسندوں کی قائد و سردار ہو گئی تھی۔ اور خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ اس سے مقاتلہ و مقابلہ کرنے کے لیے آئے۔ جنگ کے موقع پر سلمیٰ اپنی ماں کے اونٹ پر سوار ہو کر نکلی۔ یہ لوگوں میں جوش و خروش پیدا کر کے لڑنے کے لیے آمادہ کرتی تھی۔ اس حالت میں سلمیٰ کے اونٹ کے چاروں طرف جو محافظین تھے ان میں سے سو آدمی قتل کیے گئے اور آخر کار جب خود بھی ماری گئی اس وقت اس کی فوج پراگندہ ہوئی۔ یہ عورت صرف اس معمولی سی بات پر کہ اس کا بھائی حکمت رسول اللہ کے زمانہ میں بحالت کفر مسلمانوں کے ہاتھ مارا گیا۔ خود مرتد ہوئی اور اتنے بڑے فتنہ و فساد اور خونریزی کا سبب ہوئی۔"

آگے چل کر محقق علائی لکھتے ہیں:۔

(ب) "ظهور المرأة" يوم الجمل في شخص عائشة فانها لعبت مثل دور عتيقتها سلمى ابنة مالك فقد خرجت على حكومة علي كما خرجت الاخرى على حكومة ابيها والغرض مشابهة تقريبا فتلك تثأر لاخيها وهذه تثأر لعثمان وقد عقدت الصداقة بينهما زمنا طويلا۔

دوسرے ایک عورت کی کارستانی بی بی عائشہ کی شخصیت میں جنگ جمل میں ظاہر ہوئی۔ حضرت عائشہ نے بھی مثل اپنی آزاد کردہ لونڈی سلمیٰ بنت مالک کے عمل کیا اور حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جس طرح سلمیٰ نے حضرت عائشہ کے باپ ابوبکر کے خلاف کیا تھا۔ سلمیٰ کا مقصد یہ

فقد كانت تختلف الى عائشة كثيرا
وتنزل عليها دائماً ولا يبعد عندی
ان يكون فی جملة الرغبات التی
دفعت عائشة الى الخروج انها
كانت معجبة بالدور الذی
لعبته سلمی وقد كان دورها معجباً
حقاً لهج به الناس كثيراً حتی قيل
بلغ من عزها انه وضع مائة
من الابل بين يدی علی نحس
جملها والمرأة ذات تفكير
جزئی تشيع فيه الميول والعواطف
لذلك لا استبعد ان تكون عائشة
قد انطوت علی اعجاب عميق
بسلمی وهذا الاعجاب كان عاملاً
نفسياً كبيراً هون عليها سبيل
الخروج لتلعب دوراً مماثلاً
تكون فيه القائدة وعلی جمل
ايضاً يضحی دونه كثيرون وكان
للمصير واحداً تقريباً وهذا

تھا کہ اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لے
اور حضرت عائشہ کی غرض بھی یہی تھی
کہ عثمان کے خون کا بدلہ حضرت علیؑ
سے لیں سلمیٰ اور حضرت عائشہ میں بہت
زیادہ ملاپ تھا۔ ایک مدت تک باہم
شیر وشکر رہ چکی تھیں۔ اور جب بھی سلمیٰ
مدینہ آتی تو بی بی عائشہ ہی کے یہاں ٹھہرتی
تھی۔ بعید نہیں کہ منجملہ دیگر اسباب کے
جو عائشہ کے خروج وشورش کا سبب
ہوں ایک سبب یہ بھی ہو کہ عائشہ کو سلمیٰ
کا یہ کھیل پسند آیا ہو۔ اس لیے خود
بھی یہی پسندیدہ کھیل کھیلیں۔ بات
تو یہ ہے کہ یہ اچھا مشہور کرنے والا کھیل
تھا جس کے چرچے زبان زد ہو گئے
ہر ایک کہنے لگا۔ واہ کیا عزت والی
عورت تھی کہ سو اونٹ اس کی سواری
کے اونٹ پر سے فدا ہو گئے۔ اصل
یہ ہے کہ عورت جذبات سے متاثر
ہونے والا ہلکا دل ودماغ رکھتی ہے

من اغرب المصادفات التاریخیہ ولیتنبہ الی اننا لانقول بان اعجاب عائشۃ بسلمی کان عاملا من عوامل خروجھا بل نقول کان رغبۃ فی جملۃ الدوافع التی ترکز علیھا عزمھا فخروج عائشۃ کامرأۃ للقیادۃ العامۃ شئی جدید فی المجتمع الا سلامی الاول، فظھور المرأۃ شئی جدید أثار مسائۃ جدید ما فی ذالک شک"

(تاریخ الخمیس ج۱ ص۱۸۶، ص۱۸۷)

اس لیے بعید نہیں کہ بی بی عائشہ نے سلمیٰ کی جنگی حرکات کو نہایت پسند کیا ہوگا اور اس فعل کی خوبیاں انکے دل و دماغ پر مسلط ہوکر نفسیاتی حیثیت سے خروج و بغاوت کو ایک آسان امر بنانے میں سازگار ہوئی ہوں۔ اس لیے موصوفہ کے دل میں یہ بے چینی رہی ہو کہ وہ بھی کیوں نہ مثل سلمیٰ کے کسی خروج و لشکر کی قیادت فرمائیں اور مثل سلمیٰ کے معرکہ جنگ و خونریز میدان میں اونٹ پر سوار ہوکر نکلیں اور بہت سے لوگ ان کی حمایت میں فدیہ ہو جائیں۔ دونوں خاتونوں کا انجام ایک ہی سا ہوگا۔ ان دونوں مختلف واقعات کا ایک ہی سا ہونا ایک عجیب حیرتناک تصادف و اتفاق ہے۔ پس ایک مرتبہ پھر متنبہ کردوں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف سلمیٰ کے فعل کو پسند کرنا ہی بی بی عائشہ کے خروج کا سبب تھا۔ بلکہ مقصد میرے کہنے کا یہ ہے کہ سلمیٰ کے حرکات بی بی عائشہ کی رغبت کا سبب بنے اور اسی کے مطابق بی بی صاحبہ نے نقشۂ جنگ بنایا۔ حضرت عائشہ جو ایک عورت ذات تھیں ان کا ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بغاوت کے لیے نکلنا صدر اول کی

اسلامی سوسائٹی میں ایک نئی بات تھی۔ جس نے مسلمانوں میں نئے نئے مسائل پیدا کردیے۔"

حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ اسلامی تاریخ میں مختلف خصوصیات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہی وہ بی بی ہیں جو اپنی ناتجربہ کاری اور کمسنی کے عہد میں رسول اللہؐ کی زوجیت میں رہیں۔ آپ کو اسلامی فقہیات میں اجتہاد کے درجہ پر مانا جاتا ہے۔ آپ ہی اسلامی سیاسیات میں ایک بڑے انقلاب کا سبب بھی ہوئیں۔ یہ موصوفہ ہی کی سوجھ بوجھ کا اثر ہے کہ ان کے والد خلیفہ بن جانے میں کامیاب ہوئے۔ اور فطری نسوانی کمزوری کی وجہ سے آپ نے شوہر کی اولاد کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کیے۔ اول و دوم خلافت میں آپ کو حکومت کی طرف سے جو منفعت اور رعایت تھی۔ اس میں تیسری خلافت میں کمی واقع ہوئی۔ اس کی وجہ سے آپ حضرت عثمان کے خلاف ہوگئیں۔ اور آپ نے ان کو قتل کر دینے کا فتویٰ ان الفاظ میں دیدیا "اقتلوا نعثلاً فقد کفر" لوگو! اس یہودی نعثل (حضرت عثمان) کو قتل کردو یہ کافر ہوگیا۔" مسلمانو! دیکھو یہ رسول اللہؐ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے لیکن عثمان نے سنت رسول کو مٹا ڈالا۔ (الصدیقہ بنت الصدیق العقاد المصری)

حضرت عائشہ کی مخالفت سے مخالفین عثمان کو تقویت ہوئی۔ طلحہ و زبیر بھی مخالفین کا ساتھ دے رہے تھے۔ اگرچہ حضرت علیؑ نے اس فساد کو دبانا چاہا۔ دونوں فریق کو سمجھایا، امام حسنؑ اور امام حسینؑ بنفس

نفیس مخالفین کو سمجھانے گئے۔ اور عثمان اور ان کے عیال کو پانی پہنچایا۔ لیکن پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان کو قتیل الدار ہونا پڑا۔ اب یہ اجتماعی خلافت باتفاق امت حضرت علیؑ کے سپرد کی جاتی ہے۔ علیؑ بظاہر جس اصول و نظریہ کے ماتحت چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔ اس سے حضرت عائشہ کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہ ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن حضرت عائشہ کسی طرح بھی آلِ محمدؐ کے اقتدار کو نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اس لیے مقتول خلیفہ کے خون کا انتقام لینے کے بہانے سے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے برسرِ پیکار ہو گئیں۔ طلحہ و زبیر بھی ممدوحہ کا ساتھ دیتے ہیں اور اسی طرح علی اور ان کے ساتھیوں کو خونِ عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر بنی امیہ کی کینہ پرور قوم کو اس پر آمادہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اموی خلیفہ عثمان کے خون کا بدلہ علیؑ اور اولادِ علیؑ سے لیں۔ دیکھیئے کس کامیابی کے ساتھ یہ کھیل کھیلا گیا۔ کہ ایک جنگِ جمل کے ختم ہو جانے کے بعد اسی طلب انتقام خونِ عثمان کے بہانے سے معاویہ اموی صفین کے معرکوں میں امیر المومنینؑ سے برسرِ پیکار رہا یہاں تک کہ مسجدِ کوفہ میں امیر المومنینؑ شہید ہو جاتے ہیں۔ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد بنی امیہ بعوض خونِ عثمان امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور تمام اولاد عبد المطلب کو شہید کرنے کی فکر میں رہے۔ جس کا کبھی کبھی وہ اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اخطب خوارزمی لکھتے ہیں کہ ایک دن معاویہ کے دربار میں عمرو بن عاص، عتبہ بن ابی سفیان، ولید بن عقبہ، مغیرہ بن شعبہ سب کے سب مجتمع تھے۔ معاویہ نے امام حسنؑ کو طلب کیا۔ جب حضرت تشریف لائے۔ تو معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا۔

مهم دعوك ليخبروك ان عثمان قتل مظلوما وان اباك قتله فاسمع منهم

"ان لوگوں نے آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ آپ کو آگاہ کریں کہ عثمان مظلوم قتل کیے گئے۔ اور آپ کے باپ نے ان کو قتل کیا۔ اب آپ ان کی باتوں کو سنیئے۔"

عمرو عاص نے کہا۔

انکم بنی عبد المطلب لم یکن اللہ لیعطیکم الملک بقتلکم الخلفاء واستحلالکم ماحرم اللہ من الدماء

"اے بنی عبد المطلب، خلفاء کو قتل کرنے اور خونریزی کرنے کی وجہ سے خدا تم کو حکومت نہیں عطا کرے گا۔"

عتبہ بن ابی سفیان نے کہا:۔

"انکم بنی عبد المطلب قتلۃ عثمان فواللہ ان لنا فیکم دم عثمان وان فی الحق ان نقتلک بہ فاما ابوک فقد تفرد اللہ بہ وکفانا ایاہ واما انت فواللہ ماعلینا ان قتلناک بعثمان حرج ولا اثم"

"اے بنی عبد المطلب تم قاتلان عثمان ہو۔ خدا کی قسم ہمارے طلب قصاص کے لیے یہ کافی ہے کہ تم پر خون عثمان ہے۔ اس لیے ہم حق پر ہوں گے اگر ہم تمہیں قتل کریں۔ اے حسن! تمہارے باپ سے تو خدا نے سمجھ لیا۔ لیکن تم۔ پس اگر ہم تم کو عثمان کے بدلے میں قتل کر ڈالیں تو کوئی گناہ و حرج نہیں ہے۔"

ولید بن عقبہ نے کہا:۔

"کنتم اول من حنق علیه وحسده وکنتم قتلته، فکیف تردت الله طالب دمه۔"

"اے بنی عبدالمطلب سب سے پہلے تم نے عثمان سے عداوت وحسد کو ظاہر کیا اور تمہیں ان کے قاتل ہو۔"

مغیرہ بن شعبہ نے کہا:۔

"ثم طعن علی عثمان حتی قتله وقد جعل الله سلطانا لولی المقتول فی کتابه المنزل فمعاویه ولی المقتول لغیر حق فلو قتلناك واخاك کان من الحق والله مادم ولد علی عندنا بخیر من دم عثمان۔"

"اے حسنؑ، تمہارے باپ علیؑ نے عثمان پر الزام لگا کر ان کو قتل کر دیا اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ کہ مقتول کے ولی کو خدا نے قوت و غلبہ عطا کیا ہے۔ پس معاویہ "مظلوم عثمان" کے ولی ہیں۔ اس لیے اگر ہم لوگ آپ کو اور آپ کے بھائی حسینؑ کو قتل کر ڈالیں تو یہ حق ہوگا۔ خدا کی قسم عثمان کے خون سے اولاد علیؑ کا خون بہتر نہیں ہے۔"

(مقتل الحسین للخوارزمی الجزء الاول صفحات ص۱۱۴، ص۱۱۵، طبع عراق۔)

اس مثال سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوئیں اور بنی امیہ کو کس طرح اولادِ رسولؐ کے خون بہانے کا بہانہ ملا۔ امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ پھر بی بی عائشہ شورش پسند امویوں کے جتھے کے ساتھ نظر آئیں۔ جب امام حسینؑ اور بنی ہاشم امام حسنؑ کو دفن کرنے کے لیے مزارِ رسولؐ کی طرف لیے جا رہے تھے۔ مروان اور بی بی عائشہ اموی جماعت کے ساتھ جارحانہ اقدام کرتے ہوئے حسینؑ کے مقابلہ میں آ گئیں

حالت یہ تھی۔ امام حسنؑ کا جنازہ تیروں کا نشانہ بن گیا۔ ممکن ہے کہ ہاشمی جوان و اہل بیتؑ زخمی بھی ہو گئے ہوں۔ اس مرتبہ حضرت عائشہ اونٹ پر نہیں بلکہ خچر پر سوار تھیں اور مجمع یہ آواز بلند کر رہا تھا:۔

ایدفن عثمان فی اقصی البقیع ویدفن الحسنؑ فی بیت رسول اللہ واللہ لایکون ذلک ابدا

"عثمان بقیع میں دور دفن ہوں، اور حسنؑ رسول اللہؐ کے گھر میں دفن کیے جائیں۔ بخدا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

(مقاتل الطالبین ابوالفرج الاموی صـ۵۲)

یہاں تک کہ یہی جذبۂ انتقام کربلا میں بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ بندش آب کے سلسلہ میں جو حکمنامہ لکھا گیا ہے اس میں یہ تشریح ہے:۔

فحل بین الحسینؑ واصحابہ و بین الماء ولا یذوقوا منہ قطرۃ کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیرالمومنین عثمان بن عفان۔

"حسینؑ و اصحاب حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ۔ یہ لوگ ایک قطرہ بھی پانی کا نہ چکھ سکیں۔ جیسا کہ تقی و زکی مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

(تاریخ الطبری جزو اول از جلد ثانی صـ۲۱۲ طبع جرمن)

کربلا میں حسینؑ کی شہادت کا واقعہ کسی اتفاق کا نتیجہ نہ تھا۔ کہ دفعتہً واقع ہو گیا بلکہ اسلام کے خلاف ایک سازش تھی جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ شریعت و روحانیت اسلام کو مٹانے کے لیے حیات رسولؐ ہی سے مسلسل کوششوں کا

سلسلہ جاری تھا جس میں تدریجاً آثارِ اسلام کو مٹایا جا رہا تھا۔ دراصل جماعت اسلام میں کفار و مخالفین اسلام کا ایک گروہ نفاق کے لباس میں موجود تھا۔ جو بظاہر اپنے کو کلمہ گو ظاہر کرتا تھا۔ لیکن بباطن بیخ دینِ اسلام کو اکھاڑ دینا چاہتا تھا۔ اس مخالفت جماعت کا پتہ علامہ علائلی ان الفاظ میں بتلاتے ہیں:۔

هذا البحث لا يعنينا منه الا ان نتحسس حالة الشك عند العرب قبل الاسلام ومقدار ما بقى منها فى النفوس بعده وقد ظهر لنا مما سبق ان حالة الشك كانت متحكمة الى حد الشك فى عهد النبى شكلاً آخر دعى نفاقاً"۔ (تاریخ الحسین ص ۱۲)

"مقصد اس بحث کا یہ ہے کہ ہم سمجھ سکیں کہ عربوں کو دین و مذہب کے متعلق قبل اسلام کس قدر شک تھا اور یہ شک دینی بعد اسلام ان میں کتنا باقی رہ گیا تھا۔ ہماری اس بحث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ عربوں میں یہ شک دینی کس قدر مستحکم و پائدار تھا۔ اور ان کے دل و دماغ اس کی وجہ سے کس قدر تیرہ و تار تھے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شک دینی پیغمبرؐ کے عہد میں (ظاہری مسلمانوں میں) ایک دوسری شکل میں ظاہر ہوا۔ جس کو نفاق کہتے ہیں۔"

عربوں کی یہ بے دینی جو بصورت نفاق ظاہر ہوئی۔ جس کو علامہ علائلی "شک دینی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ عہدِ رسالت میں خواہ کتنی ہی کمزور و بے اثر ہو۔ لیکن منافقین اپنی قوت کو بڑھانے اور اپنے دلی مقصد کو پورا کرنے میں برابر جدوجہد کرتے رہے۔ چنانچہ معاویہ کے عہد میں یہ

ہو چکی تھی کہ اب دین اسلام کا کوئی لحاظ نہیں رہ گیا تھا۔ علامہ محمد بن عقیل الحضرمی لکھتے ہیں:۔

وکان معاویۃ واصحابہ غیر متقیدین بدین ولا ملتزمین فی الباطن الشریعۃ بل کانوا یستعملون المکر والخبث والغدر والکذب والتعزیر والتادیل ما یتخرجون بہ وجوہ مصالحھم سواء کان جائزا فی الشرع او محظورا او سواء کان فیہ سخط اللہ تعالیٰ او رضاہ۔

"معاویہ اور ان کے ساتھی بظاہر دین کے پابند نہ تھے اور نہ دل میں شریعت اسلام کے معتقد تھے۔ بلکہ یہ لوگ مکاری، خباثت، غداری، جھوٹ دھوکہ، فریب پر عمل کر کے مقصد برآری کرتے رہتے تھے۔ چاہے یہ امور شرعاً جائز ہو یا ناجائز۔ یا اس سے خدا راضی ہو یا ناراض انھیں اس کی کچھ پروا نہ تھی۔"

(النصائح الکافیہ ص ۱۲۸ طبع حیدرآباد)

معاویہ کے عہد میں اہل دین اصحاب پیمبر ذلیل ورسوا تھے۔ ان کو مقید و قتل کیا جاتا تھا۔ دین کی مختلف طریقوں سے اہانت کی جاتی تھی (دیکھیا جائے امام حسینؑ کا وہ مکتوب جو آپ نے معاویہ کو تحریر فرمایا ہے)

غداران اسلام منافقین اور دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ (ابن سرطون و ابن اثال وغیرہما) اس کے مشیر و دبیر تھے۔ یہاں تک کہ مرتے وقت معاویہ کے گلے میں صلیب لٹکتی نظر آئی۔

(محاضرات امام راغب اصفہانی)

یزید بھی اپنی نسلی خصوصیات اور تعلیم و تربیت و ماحول کے اعتبار سے بالکل بے دین تھا۔ باپ کی طرف سے شک دینی و نفاق کو میراث میں پایا تھا۔ اس کی میسون کلبیہ ایک صحرائی بنی کلب کی بدویہ تھی۔ بنی کلب بادیہ نشین قبیلہ تھا ماں جو قبل اسلام مسیحی تھا۔ ان کے عادات و اطوار صحرائی و جنگلی بدوؤں کے سے تھے۔ جن پر عیسائیت کی رنگ آمیزی بعد اسلام بھی پائی جاتی تھی۔ یزید اپنے بچپنے اور جوانی کی ابتدائی منزلوں میں یہیں رہا۔ اور ننھالی اطوار و کردار کو قبول کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے بربریت اور اسلام سے بغاوت اس کی گھٹی میں شامل تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ معاویہ نے اپنے چشم و چراغ اور ولی عہد کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک نسطوری عیسائی کو مقرر کیا تھا (سمو المعنی فی السمو الذات علامہ علائلی ص ۶۰، وکتاب معاویہ وکتاب یزید الاب لامس مسیحی)

اس لیے یزید کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما اسلام کے بالکل خلاف تھیں۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ان یزید نشاء نشاۃ مسیحۃ تبعدہا کثیرا عن عرف الاسلام
"یزید مسیحیت میں پروان چڑھا جس کو اسلام سے لگاؤ نہ تھا"

(سمو المعنی فی السمو الذات علائلی ص ۵۹)

علامہ علائلی پھر لکھتے ہیں:۔

فقد کان لیتزمید فی تھذیب المسیحیین ویستکثر منھم فی بطانتہ الخاصۃ لما انہ لیقع
"یزید عیسائیوں کو بہت زیادہ اپنا مقرب بنائے ہوئے تھے اور بہت سے عیسائیوں کو اپنا محرم اسرار بنا

بیھم علی من یمتزاج بہ و
ینسجم معہ علی مایقولون ولقد
اطمان الیھم عصد بتوبیۃ
ابیہ الی مسیحی علی ما لا
اختلاف فیہ بین المورخین
ولا یمکن ان نعلل ھذہ الصلۃ
الوثیقۃ والتعلق الشدید
بالاخطل وغیرہ الا الی مکان
التربیۃ ذات الصبغۃ الخاصۃ
واللون التابی اذا کان یقیناً
اولشبہ الیقین ان یزید لم
تکن فیہ اسلامیۃ خالصۃ او
بعبارۃ اخری کانت مسیحیۃ
خالصۃ فلم یبق مایستغرب
معہ ان یکون متھاونا و
مستھیزا مستخفا بما علیہ
الجماعۃ الاسلامیہ لایحسب
لتقالیدھا واعتقاداتھا ای
حساب ولا تقیم لھا وزنا

لیا تھا، چنانچہ مورخین کہتے ہیں کہ
وہ نصرانیوں سے اتنا مانوس تھا
کہ اس نے بھی (مثل اپنے باپ کے)
اپنے بیٹے کا اتالیق ایک عیسائی کو
مقرر کیا تھا۔ اور اس میں مورخین میں
کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ صرف
اس وجہ سے تھا کہ خود یزید کی تربیت
و پرورش مسیحیت و بدویت پر ہوئی
تھی۔ اسی وجہ سے وہ مشہور عیسائی
شاعر اخطل وغیرہ وغیرہ سے
بہت زیادہ اتحاد و ارتباط رکھتا
تھا۔ یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا
ہے کہ یزید کی تربیت و پرورش
خالص مسیحیت کے اوپر تھی۔ نہ
خالص اسلام پر۔ اس بنا پر
یزید کا اسلام سے کنارہ کش
ہونا قانونِ اسلام سے بغاوت
کرنا، شریعتِ اسلام کو حقیر سمجھنا
اور اس کی نگاہوں میں اعتقادات